امت کے پہلے امام کا انتخاب

وہ ہجرت کا گیارھویں سال اور ربیع الاوّل کا بارھواں دن تھا۔ اس روز مدینۃ النبی کی قسمت پھوٹ گئی تھی۔ ساری بستی غم واندوہ کے تیرہ وتار بادلوں کے سیلاب میں ڈوب گئی تھی۔

فجر کی نماز ختم ہوئی، پو پھٹی، سورج طلوع ہوا، اشراق کا وقت آیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج سیاہ تانبہ ہوگیا ہے۔ وہ کرۂ نور جس نے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہو کر کھجوروں کے جھنڈ میں اللہ کی اس مـ ـب بستی کو جگمگا دیا تھا آج وہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملا تھا۔ افق طیبہ کا سورج ہر روز جس ذات اقدس سے مانگے کا نور اور بھیک کا اجالا لے کر طلوع ہوتا تھا آج کیسے ضوفشانی کرتا۔

وہ لمحہ بھی عجیب نازک لمحہ تھا جب اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ امہات المومنین، بیٹی، نواسوں، نواسیوں، چچا، چچازاد بھائیوں، دامادوں اور خسر صاحبان کے دکھ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ سب تو گھر والے تھے یعنی اہل بیت۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا حال بھی اتنا ہی برا تھا۔ یہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کے اہل بیت ہی تھے۔ اہل ایمان کے لئے اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجائیں۔ اس لئے انتہائی سوگواری میں بھی ہر ایک، دوسرے کو صبر کی تلقین کررہا تھا۔ قضائے الٰہی پر بندوں کی کیا مجال، کہ کچھ کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غم واندوہ کے اظہار کے لئے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ ان سے بڑھ کر واویلا مچانے کا حکم نہیں۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ ضبط کئے بیٹھے تھے۔ نوحہ خوانی اور بین کسی نے نہیں کیا کہ جائز نہیں۔

سب سے بڑی ذمہ داری اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر تھی۔ وہی تو تھے

جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے

ایمان لانے کا شرف عطا فرمایا تھا۔

صحابیٔ رسول کے لقب سے نوازا تھا رفیق دم ہجرت منتخب فرمایا تھا۔

وہی تو تھے جنہیں رسول ﷺ نے سب سے پہلے

جنت الماویٰ کا مژدہ سنایا تھا

مسجد نبوی کا امام بنایا تھا

زمین پر اپنا وزیر بنایا تھا

مؤرخین اور محدثین لکھتے ہیں کہ انہی کو اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کی قبر کہاں بنے گی، کون قبر کھودے گا، کون غسل دے گا، کس طرح غسل دے گا، کن کنوؤں سے پانی آئے گا، پردہ کون

پکڑے گا، تجہیز و تکفین کون کریگا، پھر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ ایک ایک حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دے دیا تھا۔ یہ باتیں جب آپ ﷺ نے فرمائی تھیں تو سبھی گھر والوں نے سنی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکم نبوی کے مطابق ہر ایک کے سپرد اس کا کام کر چکے تو سقیفۂ بنی ساعدہ کی گفتگو میں شریک ہونے کے لئے چلے۔ وہاں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اب مسلمانوں کا امیر کون ہوگا؟

اس زمانے ہی میں نہیں آج بھی یہ صورت ہے کہ جب کسی مملکت کا سربراہ مرجاتا ہے تو فوراً دوسرے کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے، ایران و چین میں بھی یہی ہوتا ہے۔ روس اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ مکے کے دارالندوہ کی طرح مدینتہ النبی میں مل بیٹھنے کی ایک جگہ تھی۔ اسے ٹاؤن ہال کہہ لیجیئے یا چوپال، کمیونٹی سنٹر یا پارلیمنٹ گھر! جو چاہے کہہ لیجیئے۔ ہجرت نبوی سے پہلے بھی یہ جگہ قومی معاملات و مسائل کے حل کرنے کے لئے مل بیٹھنے کی جگہ تھی اور سب اس سے واقف تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ یہاں جمع ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع پہنچائی گئی۔ دوسرے ضروری کام انہوں نے نمٹادیئے تھے۔ یہ بھی ضروری کام تھا۔ اسے نمٹانے چلے۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد کے مطابق آپ ﷺ کے وزیر تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے امینُ اُلامت کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ بزرگانِ ملت سقیفۂ بنی ساعدہ پہنچے تو گفتگو شروع ہوئی۔

ہر قسم کے جھگڑوں کا سبب دنیا کو اہمیت دینا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ تو آخرت کو اہمیت دینے والے تھے۔ جھگڑے کی باتیں منافقین، فاسقین اور فاجرین کرتے ہیں۔ مستند اور بالکل ابتدائی ماخذوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں امیر کے لئے ایک معیار مقرر کیا گیا۔ پھر اس کا انتخاب ہوا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو نام تجویز کئے۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا فرمایا کہ..... یہ معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آخر وقت تک رسول اللہ ﷺ ان سے خوش رہے۔ جمع الفوائد کی دوسری جلد میں امام نسائی کے حوالے سے محمد بن محمد بن سلیمان نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر تم میں سے کون پسند کرے گا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں! سبھی نے اس خیال کو پسند کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر منتخب ہوگئے۔ کنز العمال میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ...... رسول ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب یہ حکم دیا میں اس وقت وہاں موجود تھا وہاں نہ تھا ایسا نہیں نہ میں بیمار تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لئے اس شخص پر راضی تھے جس پر رسول ﷺ ہمارے دین کے لئے

راضی ہوگئے تھے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد مدینۃ النبی میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے علاوہ آس پاس سے جو صحابہ کرام اس موقع پر مدینہ پہنچ گئے تھے۔ ان سب نے یہ اطلاع سنی اور کسی طرف سے کوئی اختلافی آواز نہ اٹھی۔ اسکے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلان عام کے لئے خطبہ دینا ضروری سمجھا۔ اس وقت مسجد نبوی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ کی رپورٹ بیان کرنے کے بعد فرمایا...... اگرچہ کہ میری بیعت ہو چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس گرانبار ذمہ داری کا اہل نہیں۔ اس لئے میری معذرت قبول کیجیئے اور کسی اور کو اس جگہ کے لئے منتخب کر لیجئے!..... یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ کر پھر سے منبر پر لاکھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں..... ہم سب آپ کی ذات پر متفق ہیں! آپ ہی ہمارے امام ہیں! یہ کہتے ہوئے لوگوں نے پھر ان کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔ طبری نے لکھا ہے کہ..... اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے سیّدنا علی مرتضیٰ تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآن نے کہا...

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحما بينهم ...

کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی تو رزم حق و باطل میں فولاد اور حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم تھے یعنی ایک ہی رنگ تھا۔ جس میں میر اور سپاہ رنگے ہوئے۔ اسی لئے انہیں یہ سند ملی کہ..... رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ۔ یعنی اللہ ان سے خوش اور وہ مالک الملک سے ہر طرح راضی! جنہوں نے اللہ کے نظم کو نہ توڑا ان پر یہ الزام کہ مسند خلافت کے لئے لڑ پڑے؟ یہ جھوٹ کی بد ترین مثال ہے۔ ذرا سوچیئے کہ مسند خلافت پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ملا؟..... کوئی مالی فائدہ؟ جاگیر؟ منصب؟ انہیں نہیں تو ان کی اولاد کو کوئی عہدہ ملا؟ کوئی جاگیر ملی؟ کوئی وزارت؟ سفارت؟ ... نہیں! تو پھر تاریخ کو مسخ کرنے والے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

خلیفۃ الرسول بلا فصل کی شان دیکھیئے کہ.....

صدیق اکبر نے جھوٹے نبیوں کا خاتمہ کیا۔ مخالفین زکواۃ کا فتنہ مٹا کر ارکان اسلام کو ہمیشہ کے لئے مستحکم و مضبوط کر دیا۔ مُرتدین کا زور توڑا۔ بارہ فوجی دستے متعین کر کے اسلامی کی سرداری کو مضبوط کیا۔

بیت المال سے ایک حبۃ سیاہ نہ لیا۔ ملت اسلامیہ کو فاروق اعظم جیسے مدبر کے انتخاب کا مژدہ سنایا..... یہ سب کچھ سوا دو سال کے عرصے میں ہوا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ